itsurdu.blogspot.com

گائے جا ہندستان

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

گائے جا ہندوستان

ویری ناگ کے نیلگوں پانی میں تھکن سے چور پاؤں ڈالے میں سوچ رہا تھا کہ میں نے اپنی عمر کا بہترین حصہ ناحق خانہ بدوشی میں گذار دیا۔ ایک طرف ذاتی پریشانیاں اور دوسری طرف لہولہان دنیا کی لہولہان خبریں اور پھر یہ خیال کہ پیش میں ایک بھیانک قحط آنے والا ہے پچاس سے اوپر زبانوں کے ڈھائی تین لاکھ لوک گیت جو میری خانہ بدوشی کے ضامن ہیں مجھے جھوٹی تسلیاں دینے سے قاصر تھے، اور شیش ناگ کی طرح پھن پھیلائے دیو ہیکل پہاڑ نیچے مچھلیوں کی سبک خرامیوں اور مغلئی فن تعمیر کے آخری نشانات پر نازاں ویری ناگ ایک بار پھر یہ خیال آیا کہ میں فن کی تخلیق کے لئے پیدا ہوا ہوں اور یقیناً قدیم دیوتوں کے اشوک کی طرح، جو اپنے تنے پر کسی گوری کے نازک پیروں کا لمس محسوس کرتے ہی کھل اٹھتا تھا، جنتا کی شاعری اور قدرت کی سحر طرازیوں نے مجھے فن کار بنا دیا ہے لیکن قدرت میری حاسد بن گئی ہے۔ مجھے ان لوگوں پر غصہ آ رہا تھا جو یہ سمجھتے تھے کہ ہر چشمہ پر کسی نہ کسی ناگ کا حکم چلتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے غصے سے چشمہ ہمیشہ کے لئے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

خشک ہو سکتا ہے اور جو اندھی عقیدت سے مجبور ہو کر ناگ اور چشمہ کو ہم معنی الفاظ سمجھنے لگ گئے ہیں۔ یہ لوگ سانپوں کی پوجا کر سکتے ہیں۔ ایک فنکار کی نہیں۔ مجھے معلوم تھا کہ ہر سال ویری ناگ پر جہلم کا جنم دن منایا جاتا ہے۔ بھادوں کے اجالے پاکھ کی تیرہویں کے روز جب اس نیلگوں پانی میں نہانا ثواب سمجھا جاتا ہے۔ یہ لوگ چشموں کی پوجا کر سکتے ہیں ایک فنکار کی نہیں ... ... مجھے اس گوری پر بھی غصہ آنے لگا جو ہر روز آدھی رات کو جب بیلے کے پھول کھل جاتے ہیں، اپنا گجرا بنا لیتی تھی، اور جواب تک یہ فیصلہ نہ کر سکی تھی کہ اسے کس کے گلے میں پہنائے ۔۔۔ "بیلا پھولے آدھی رات، گجرا میں کیکے گلے ڈالوں؟" ... ... مجھے اس گوری پر بھی غصہ آنے لگا۔ جسے ظالم والدین نے ایک جاہل کے گلے میں باندھ دیا تھا اور جس میں اب اتنی ہمت نہ تھی کہ اپنے لئے کوئی نئی راہ ڈھونڈ نکالے ۔۔۔ "رتن گھوڑی گھی جلے، چوتھے جلے کسار۔ گھونگھٹ میں گوری جلے جس کے مکھ بھرتار" اور پھر پورب اور ہریالے سے ہٹ کر میرے ذہن کی سوئی چھوٹا ناگپور کی طرف گھوم گئی۔ جہاں قدیم النسل اراؤں دوشیزہ اپنے سجیلے کے دولھے سے التجا کر رہی تھی ارے اور گیت گانے والے کوئی بھلا سا نغمہ چھیڑ دے رے۔ مرے ہوؤں کی آتمائیں سننے آتی ہیں ... ...

میں سوچ رہا تھا کہ کیا واقعی حقیقت یہی ہے ۔۔۔ "بیلا پھولے آدھی رات" ... ... گھونگھٹ میں گوری جلے" ... ... یا وہ اشا کا نغمہ جسے مردوں کی آتمائیں سننے آتی ہیں۔ شاہو بولا! "ٹھیک تو ہے۔ پہلے نغمہ پھر کچھ اور" پھر طنز نگار کی آواز آئی "اصل حقیقت تو زندگی کے مسائل ہیں جن سے ڈر کر تم اتنی دور نکل آئے ہو" اور پھر دور کہیں سے بلبل کا نغمہ گونج اٹھا، جیسے وہ کہہ رہی ہو "زندگی کے مسائل تو کبھی ختم نہیں ہوتے، باورے تو کیا یہ اچھا نہ ہوگا کہ تم میرے نغمہ میں پناہ لو؟"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

سائے بڑھ رہے تھے سورج کی آخری کرنیں بھی غائب ہوگئیں۔ آزاد کھلنڈری نٹ کھٹ ہوا بھی سست ہوگئی۔ اب پانی میں پاؤں ڈالے رکھنے کی ضرورت نہ تھی میرے دھن کے پاتال بھیل ناچ رہے تھے۔ ٹپ ٹپ، ٹھم ٹھم ٹھم، ایک ایک بھیل کے بعد ایک ایک بھیلنی۔ دائیں ہاتھ سے دائیں ساتھی کا بازو تھامے اور بائیں ہاتھ سے بائیں ساتھی کا رنگ بھومی کے مرکز میں چوکھا دیا روشن تھا۔ شاعر کہہ رہا تھا: "یہ لوگ حقیقی فن کار ہیں انہیں ملک گیری کی پروا ہے نہ تحریک آزادی کی فکر۔ ڈھولک کہتی ہے۔ یہ سب میرے تال کا تماشہ ہے۔ یہی حقیقت ہے۔ پازیبیں کہتی ہیں۔ یہ سب ہماری جھنکار کا نشہ ہے۔ کڑوی نیم کی ایک شاخ میٹھی ہے رے، میرا دھنی رنگیلا ہے۔ چند آنوں کے عوض دن بھر مٹی کھودتے کھودتے ان کے بیلچوں کے منہ ٹیڑھے ہوگئے۔ لیکن اس وقت وہ کڑوی نیم کی میٹھی شاخ کے نیچے اپنا آزاد ناچ ناچ رہے تھے، نغمہ و رقص کے زیر و بم ان کے لئے کافی ہیں۔ پھر طنز نگار کی آواز آئی: "بھیلوں کا ناچ محض مزار ہے۔ ان کا تمدن ان کے لئے افیون بن گیا ہے۔ جو حقیقت میں زہر ہے۔ لیکن نشیلا بھی ہے۔" شاعر بولا "تم غلط کہتے ہو۔ زندگی کے پیڑ کی میٹھی شاخ کے نیچے فن کاروں کا فن قائم رہ سکتا ہے یہ لوگ یقیناً ان عامیوں پر خندہ زن ہونے کا حق رکھتے ہیں۔ جو قانون بناتے ہیں۔ دفتر میں نوکری کرتے ہیں اور ناچ گھر میں دیر ہو جائے تو صبح کو اسپرین کی گولیاں کھائے بغیر سر درد سے چھٹکارا نہیں پا سکتے۔"

دودھیا سفید چاندنی کھل گئی تھی۔ فضا میں خوشبوئیں بسی ہوئی تھیں — خوشبوئیں اور سرگوشیاں، آنکھیں میچ کر میں نے نیم وا پلکوں میں سے ویری ناگ کی طرف دیکھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ چناب ہے اور کوئی سوہنی کچے گھڑے پر تیر رہی ہے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

شاعر بولا "سوہنی اب بھی زندہ ہے۔ سوہنی خود ڈوب گئی ہے۔ پر اس کی روح چناب کے پانیوں پر تیر رہی ہے۔" طنز نگار کہہ رہا تھا۔ "یہ پنجابی لوک گیت فضول ہے۔ کچے گھڑے پر تیرنے والی سوہنی بے وقوف تھی۔"

میری حالت اس پجاری کی سی تھی جو اپنے من مندر میں ان گنت بت رکھتا چلا گیا ہو، اب اس مندر میں بھیل چھوکریاں ناچ رہی تھیں۔ دیو داسیوں کی طرح :-

آنکھ کا کاجل پھیل رہا ہے،
انگیے کا بھندنا جھک رہا ہے،
روٹھ کر چلی نہ جائیو چھوکریو، ہم گھوم گھوم کرنا چیں گی
آؤ۔ آؤ ری چھوکریو، ہم گھوم گھوم کرنا چیں گی۔

شاعر بولا۔ "آنکھوں میں کاجل کی لکیریں پھیل جانے سے پیشتر ہی تو جھومر کا مزا ہے۔ وہ پورب کا نغمہ بھی سنا ہوگا۔" کبھی آپ ہنسے کبھی نین ہنسیں۔ کبھی نین کے بیچ ہنسے کجرا۔" پھر طنز نگار کی آواز آئی۔ "ہنستے ہوئے کاجل کی عمر کے گھڑی کی ہوگی؟" طنز نگار کہہ رہا تھا! "کاجل میں کیا دھرا ہے؟ گانا ہی ہو تو مزدوروں اور کسانوں کا بین الاقوامی گیت گاؤ — اے دنیا کے مظلوم انسانو، اٹھو، اٹھو اے بھوکے محنت کشو۔ انصاف کا جوالا مکھی ابل رہا ہے، اپنے ماضی کو بھلا دو۔ ساری دنیا کے غلامو، ایک ساتھ مل کر اٹھو۔ دنیا نئی کروٹ لے رہی ہے۔ اب تک ہم کچھ بھی نہیں تھے، اب ہم ہی سب کچھ ہوں گے۔ یہ ہماری آخری جنگ ہے۔ آؤ ہم تم ایک ہو جائیں۔ دنیا کی تمام قومیں ایک ہو جائیں گی۔"

چاندنی رات کی ہر سلوٹ کہتی تھی، چاند ہے تو سائے ہیں، یہی حقیقت

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ہے۔ ستارے کہتے تھے کہ ہم شاعر پر بھی اس طرح چمکتے ہیں جیسے طنز نگار پر ... ...
جنگ شدید سے شدید تر ہوتی جاتی تھی۔ بم باری، آگ ہی آگ، بھوک اور موت۔ زہریلی گیسیں، زخمیوں سے بھرے ہوئے ہسپتال۔ کون جانے یہ جنگ کب ختم ہو، میں نے سوچا۔ جنگ سے پہلے اس دیس میں ایک بھیانک قحط آنے والا ہے، اس وقت مجھے اس ماہیر کا دھیان آیا۔ جس کا عشق بھوک کے مارے ختم ہو رہا تھا۔ "بھکیا کے مارے برہا بسر گیا، بھول گئی کجری کبیر! دیکھی ک گوری ک موہنی سورتی۔ اب اٹھے نہ کریجوا ماں پیر!" — بھوک کے مارے برہا بسر گیا، کجری اور کبیر گیت بھی بھول گئے۔ گوری کی موہنی صورت دیکھ کر اب میرے کلیجے میں درد نہیں اٹھتا

اپنی اقتصادی حالت پر غور کرتے کرتے ایک بار پھر اپنے ماضی پر جھنجلاہٹ سی ہوئی۔ ناحق میں لوک گیتوں کی تلاش میں بھٹکتا رہا۔ ناحق گھاٹ گھاٹ کا پانی پینے ہی کو آدرش بنائے، عمر برباد کرتا رہا۔ پھر میں نے یہ کہہ کر دل و دماغ کو تسلی دی کہ عالمگیر مصیبتوں کے پیش نظر میری تکلیف کی کیا اہمیت ہے۔ شاعر بولا! جہاں گردی سے بڑی کوئی تعلیم نہیں۔ فن کی پختگی کے لئے اس سے بڑا کوئی معاون نہیں۔

جگنو اپنی آنکھ مچولیوں میں مگن تھے۔ پاس ہی ایک مغلئی جھروکے میں دیا روشن تھا۔ ویری ناگ کی چاندنی رات ایک نازک بدن حسینہ کی طرح نرم گہرے سانس لے رہی تھی۔ اس وقت میرے ذہن کی سوئی بہار کے ترہت ضلع کی طرف گھوم گئی اور ایک کسان کی آواز آنے لگی۔

— ہے شیو بابا! تم نے میرے دن کتنے دکھ بھرے بنا ڈالے
تھوڑی بہت کھیتی تھی وہ بھی تم نے چھین لی
سگے بھائی تھے، وہ الگ ہو گئے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

گھر میں خرچ نہیں۔ باہر قرض نہیں ملتا۔
گاؤں کا زمیندار، رات کو سونے نہیں دیتا
ایک لوٹا ہے اور ہم تین بھائی ہیں
پانی پیتے وقت پھینا جھوٹی ہونے لگتی ہے
ایک بیل بچ گیا تھا، اسے مہاجن نے قرض کے بدلے لے لیا۔
کنبہ والے سب پرائے ہو گئے

"شاعر بولا! "یہ تو وہی دو اور دو؟ — چار روٹیاں!" والی شاعری ہے کوئی نازک خیالی نہ ہو تو شاعری بیکار ہے"، طنز نگار کہہ رہا تھا! "مجھے تو یہ گلہ ہے کہ یہ لوگ قسمت کے غلام ہیں، اقتصادیات کی باتوں میں خلا کو لے بیٹھتے ہیں، اپنی غریبی کو دیوتاؤں سے تعبیر کرتے ہیں۔ جب اس قدر جہالت ہے۔ یہاں انقلاب کیسے آسکتا ہے؟"

پھر کہیں سے بندیلکھنڈ کی ایک پھاگ گونج اٹھی:۔

گیہوں تھا وہ ختم ہو گیا۔
بھوسے کو جھکڑ اڑا لے گیا۔
گھاٹے میں بیل بک گئے۔
بنئے کا بیاج لوٹانے میں میری ہنسلی چلی گئی
جرمانے میں میری دونوں چھاتیاں لکھ کر لے جاؤ۔

طنز نگار نے شاعر سے پوچھا۔ "اس لازوال تلخی اور طنز کے آگے بولنے کی جرأت ہے تم میں۔ یہ دبی ہوئی۔ پسی ہوئی جنتا نہ جانے کب تک اپنی چھاتیاں پیش کرتی رہے گی!"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

شاعر چپ تھا۔

یہ خواب تو نہ تھا۔ معلوم ہوتا تھا ویری ناگ کے مغلئی کھنڈرات کے اس پار ... ان اندھے، بہرے گونگے کھنڈرات کے اس پار، بنگال بسا ہوا تھا۔ کوئی دوشیزہ اپنے محبوب کو بلا رہی تھی۔

— آدھی رات کو پھولوں کے جنگل میں درشن دیجیو رے بھونرے!
آدھی رات کو پھولوں کے جنگل میں درشن دیجیو۔
چاند کا دیا جلا کر رے
رات بھر میں جاگتی رہوں گی رے
اوس کی بوندوں سے باتیں کئے جاؤں گی، رے بھونرے!
آدھی رات کو پھولوں کے جنگل میں درشن دیجیو
اگر میں سو بھی جاؤں
سپنوں کے راستے پر چل پڑوں گی رے
چپ چاپ قدموں کے ساتھ درشن دیجیو
تمہارا گیت تھمنے نہ پائے
میری نیند ٹوٹنے نہ پائے
پھولوں کی نیند ٹوٹنے نہ پائے
آدھی رات کو پھولوں کے جنگل میں درشن دیجیو رے، بھونرے!
آدھی رات کو پھولوں کے جنگل میں درشن دیجیو

شاعر کہہ رہا تھا "بھونرے کا گیت تھمے گا نہیں اور پھولوں کے جنگل کی نیند بھی نہیں ٹوٹے گی" طنز نگار بولا! "میاں نکلو اس بھول بھلیاں سے۔ زندگی

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کی بے پناہ تلخیوں سے یوں چھٹکارا نہیں ملنے کا۔ وہاں زمین سنگلاخ ہے نا! اور یہاں خمار آلود خواب میں پگڈنڈیوں پر ریشم بچھ جاتا ہے۔ شاعر کہہ اٹھا "خدا کی قسم! بے تھون اسے سن پاتا تو عش عش کر اٹھتا۔ یہ تم جانتے ہو کہ بے تھوون کو اپنی مشہور سمفنی کی بنیادی لے ایک لوک گیت سے حاصل ہوئی تھی۔" ... ... لیکن میں نے طنز نگار کی بات پسند کی۔ حقیقت پسندی کی سنگلاخ زمین مجھے بلا رہی تھی۔ شاعر نے گرم ہو کر کہا "مجھے چھوڑ کر تم کہیں نہ جا سکو گے۔ اپنا وعدہ یاد کرو۔" طنز نگار بھی جھنجھلایا۔ "میں جانتا ہوں تم اس عادی قیدی کی طرح ہو، جسے لاکھ کوئی جیل سے آزاد کرے مگر اس کے قدم گھوم پھر کر اسی جیل کے دروازے پر پہونچ جاتے ہیں۔"

چاروں طرف چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ سایوں کی اپنی حیثیت تھی۔ کوئل کے انڈوں پر بھورے بھورے دھبوں کی طرح۔ معلوم ہوتا تھا رات لمبی ہوتی چلی جائے گی۔ شہزادی کی سو سالہ نیند کی طرح۔ شاعر کہہ رہا تھا "بلبل کا نغمہ مجھے اتنا ہی پیارا ہے جتنا ارنسٹ ٹالر کو وہ گھونسلا پیارا تھا جسے ایک ابابیل نے اس جیل کی کوٹھری میں بنایا، جہاں ٹالر پانچ برس تک قید رہا اور جس کی تصویر اس نے اپنی ایک مشہور نظم میں پیش کی ہے، طنز نگار بولا "تم نے صرف ٹالر کا نام سن رکھا ہے۔ تم اس افیمی کی طرح ہو، جسے نشہ چاہیے۔ چاہے وہ زہر ہی کیوں نہ ہو۔ تم نے سمجھا ٹالر کی ابابیل والی نظم بھی افیم کی گولی ہو گی۔ جسے تم ہتھیلی پر مل کر منہ میں ڈال لو گے اور ایک گھونٹ پانی کے ساتھ اسے نگل جاؤ گے۔ پھر ٹالر کا نام نہ لینا۔ ایک افیمی کیا جانے ٹالر کی قدر؟ ٹالر نے انقلاب کو زندہ زبان دی۔"

پھر راجپوتانہ کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ کوئی گوری اپنے گھوڑ سوار محبوب سے رکنے کی التجا کر رہی تھی۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ناگ جی! دو گھڑی کے لئے گھوڑا تھام لو رے

ارے بیری! آؤ تم پر گھونگھٹ کی چھاؤں کر دوں، ناگ جی!

ناگ جی! بھیانک دھوپ پڑ رہی ہے، ارے ہاں،

ارے بیری دھوپ نے مجھے گھائل کر دیا، ناگ جی!

ناگ جی! من لوبھی ہے، من لالچی ہے رے

ارے بیری من چنچل ہے، من چور ہے ناگ جی،

ناگ جی من کے پیچھے مت چلو رے

ارے بیری! پلک جھپکاتے ہی من اور کا اور ہو جاتا ہے، ناگ جی،

ناگ جی پریت کو یوں اچانک مت توڑ ڈالو رے

ارے بیری جیسے چرخہ کاتنے والی سوت کا تار توڑ ڈالتی ہے، ناگ جی!

ناگ جی ٹوٹنے کے فوراً بعد اسے جوڑ دو رے

ارے بیری! پریت تو کبھی پرائی نہیں ہو پاتی، ناگ جی!

ناگ جی تم نے خزانے مال خوب کھایا ہے رے

ارے بیری! تم نمک حرام ہوئے جاتے ہو، ناگ جی۔

ناگ جی! ایک گھوڑا موڑ لو رے،

ارے بیری میں من کی باتیں کروں گی، ناگ جی!

شاعر بولا! مجھے اس گیت کا وہ حصہ سب سے زیادہ پسند ہے، جہاں چرخہ کاتنے والی کے ہاتھ میں سوت کا تار ٹوٹنے اور جوڑنے سے عشق کو تشبیہ دی گئی ہے میں نے خود مارواڑیوں کی زبان سے بارہا یہ گیت سنا ہے۔" طنز نگار کہہ اٹھا، "اور سب سچ لیکن مارواڑیوں کے گانے کی بات جھوٹ۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

خیال آیا کہ اٹھ کر ڈیرے کو چل دوں، شاعر اور طنز نگار دونوں سے چھٹی پاکر آرام سے سو جاؤں۔ لیکن اسے چاندنی رات کی سحر طرازی سمجھئے کہ میں وہاں جم کر بیٹھا رہا۔ ہلکی ہلکی گدگدی کی طرح اندور کا وہ لوک گیت میرے دل و دماغ کو سہلانے لگا جس میں ایک گوری اپنے بالم سے کہتی ہے۔ تم چل دوگے میں کھچڑی پکاؤں گی۔ رہ جاؤ تو کھیر پکاؤں گی۔ بالم کہتا ہے۔ تمہاری کھچڑی چکھ لوں گا اور تمہاری کھیر کھاؤں گا، پر مجھے جانا ہے ضرور۔ گوری کہتی ہے تم چل دوگے تو سپید ساری پہنوں گی۔ رہ جاؤ تو دکھن کی ساری پہنوں گی۔ بالم جواب دیتا ہے، تمہاری سپید ساری کو دیکھ لوں گا، تمہاری دکھن کی ساری کا رس لے لوں گا، پر مجھے جانا ہے ضرور۔ گوری کہتی ہے تم چل دوگے تو کمبل بچھاؤں گی۔ رہ جاؤ تو پھولوں کی سیج بچھاؤں گی۔ بالم جواب دیتا ہے تمہارے کمبل پر بیٹھ کر دیکھ لوں گا تمہاری پھولوں کی سیج کا رس لے لوں گا۔ پر مجھے جانا ہے ضرور۔

شاعر کہہ رہا تھا! "محبت کبھی نہیں مرتی" طنز نگار بولا "جس سے آدمی جتنی محبت کرتا ہے اس سے اتنی ہی نفرت بھی کرتا ہے۔ میں کہتا ہوں محبت سے کہیں زیادہ نفرت ہی کام کر رہی ہوتی ہے۔"

سوئی گھمائی جا چکی تھی، اب پنجاب سے آواز آ رہی تھی۔

— پوڑا کھانے کو جی چاہتا ہے اور میں نے آٹا گھول لیا

آٹا گھول لیا۔ پہلا پوڑا توے پر ڈالتی ہوں تو پڑوسن پونچھ تانچھ کرتی ہے پڑوسن پونچھ تانچھ کرتی ہے۔ دوسرا پوڑا توے پر ڈالتی ہوں تو ساس تاکنے لگتی ہے ساس تاکنے لگتی ہے اسے گھٹنے تلے چھپاتی ہوں، تو گھٹنا جل گیا گھٹنا جل گیا۔ پیڑھی کے نیچے چھپاتی ہوں تو پیڑھی ساس کی ہے۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

پیڑھی ساس کی ہے۔ کھاٹ کے نیچے چھپاتی ہوں تو کھاٹ جیٹھ کی ہے
کھاٹ جیٹھ کی ہے، بکھاری کے نیچے چھپاتی ہوں تو چوہے دیکھتے ہیں
چوہے دیکھتے ہیں اسے لئے ہوئے میں زینے پر چڑھ گئی تو ڈنڈا اڑک گیا
ڈنڈا اڑک گیا میں چھت پر چڑھ گئی تو چیلیں منڈلاتی ہیں۔
چیلیں منڈلاتی ہیں۔ میں چوبارے میں چلی گئی تو شوہر آگیا۔
شوہر آگیا اس کے ہاتھ میں تازی لچکیلی چھڑیاں ہیں اور وہ مجھے پیٹتا ہے
مجھے پیٹتا ہے ساس کے من میں چاؤ ہے کہ بہو کو پیٹ ڈالا۔
بہو کو پیٹ ڈالا۔ اسے پرائی بیٹی مرجائے گی اور تو برباد ہو جائے گا

طنز نگار بولا۔ میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ آدمی جس سے جتنی محبت کرتا ہے، اس سے اتنی ہی نفرت بھی کرتا ہے بلکہ محبت سے کہیں زیادہ نفرت ہی کام کر رہی ہوتی ہے۔"

شاعر بولا۔ "تمہاری بات پر غور کر رہا ہوں۔"

طنز نگار بولا۔ "عورت بھی عجیب بلا ہے۔ ان گنت صدیوں سے وہ مرد کے ہاتھوں پٹتی رہی ہے۔ پھر بھی وہ اسے محبت کئے جاتی ہے۔"

شاعر چپ تھا۔ اس کی حالت اس مداری کی سی تھی۔ جسے ہمیشہ کھوٹا پیسہ نصیب ہوتا ہو۔ اس وقت کرناٹک کی آواز سنائی دینے لگی!

سر پر اگاؤں کی قسمت جاگے۔ سر پر امیں بیج بوئے جائیں
سر پر اکی پیاڑی سرسبز ہو جائے اور مجھ سی
عورت کا انصاف ہو جائے۔

اب طنز نگار کچھ نہ بولا، میں نے پھر سوئی گھمادی۔ یہ تامل ناڈ کی آواز تھی!

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

چاول ہے، دال ہے۔
چولھا نہیں، یہی وقت ہے
ہوا چل رہی ہے، گرد اڑتی ہے۔
کواڑ نہیں۔ یہی وقت ہے
بیوی آکر سامنے کھڑی ہے
ساری نہیں، یہی وقت ہے
فقیر آکر دروازے پر کھڑا ہے
ادھیلا نہیں۔ یہی وقت ہے

شاعر کی حالت اس گلہری کی سی تھی جو جنگل سے آخروٹ اٹھا اٹھا کر اپنے سوکھے میں جمع کرتی جائے۔ اسے خوش کرنے کے لئے میں نے گجرات کی آواز حاصل کی

کوئی مدھر جھنکار کرتی ہوئی، ہم ہیں گھنٹیاں
ہم منگل گان کرتی ہیں، مدھر گھنٹیاں
ہم سوتے دیوتا کو جگاتی ہیں — گھنٹیاں۔

طنز نگار بولا "اب بند بھی کرو یہ گھنٹیاں۔ یہ صرف دیوتاؤں کو جگا سکتی ہیں بھوکے انسانوں کی قسمت کو جگانا ان کے بس کی بات نہیں۔ کسی کی بیوی کو خودکشی سے روکنے کی طاقت ان میں کہاں؟ نہ یہ سر پر اگاؤں کی عورت کا انصاف کر سکتی ہیں، نہ تامل ناڈ کی دقتوں کو دور کر سکتی ہیں۔"

بلبل کا نغمہ شاید ہمارے سوگیتوں پر بھاری تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ میری روح سے صدیوں کا بوجھ اتر گیا۔ لیکن شاعر بولا "دیری ناگ گویا ایک بھوری بھینس ہے۔ جگالی کرتی ہوئی بھوری بھینس — اسے میری بھوک کی کیا فکر؟" اس کا دھیان

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بدلنے کے لئے میں نے خود سوئی گھمادی، اڑیسہ کی قدیم النسل سورا قوم اپنا اجتماعی نغمہ چھیڑ رہی تھی۔

— ارے ہل ترے ہاتھوں کو نمسکار

ارے ہل ترے پیروں کو نمسکار

سال کے پیڑ کو سراہتا ہوں

جس سے تم بنائے گئے ہو

تم سدا بلوان رہو

تم سدا کام کے لئے تیار رہو

نہ جانے کتنی صدیوں سے یہ گیت گایا جا رہا تھا۔ یہ گیت جس میں سورا جنتا نے اپنی روح تک سمو دی۔ اس وقت مجھے دو لڑکیوں کا دھیان آیا۔ ایک نے گیت لکھانے سے تنگ آکر کہا تھا: "تم گیت پر گیت پوچھے جا رہے ہو۔ یہ کیوں نہیں پوچھتے کہ گیہوں کا کیا بھاؤ ہو گیا؟" دوسری نے پتھر کوٹتے کوٹتے کہا تھا: "میرا نام ہے روٹی کھاؤ پانی پیو" شاعر اپنا نام "نہ پھل نہ روٹی" بتاتا شاید طنز نگار کے پیش نظر اسے "گیت ہی گیت" کا لقب دیا جا سکتا تھا۔

ٹمٹماتے دیئے کی طرف دیکھتے ہوئے طنز نگار بولا "تیل کے بغیر تو دیا بھی نہیں جلتا کھانا کھائے بغیر شاعر نہ جانے کیسے گیتوں میں مگن رہ سکتا ہے۔" . . . . . میں نے ایک شرابی کی طرح کہا — "لو ایک گھونٹ اور سہی" اور میں نے اب کے گلمرگ کی طرف سوئی گھمادی:۔

اپنے آغوش میں تجھے جھلاؤں گی۔ میرے کان کے آویزے، میرے کان کے آویزے تم دلی کے شہزادے ہو، تم لاہور سے آئے ہو۔ لاہور سے آئے ہو،

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تمہارے گلے میں بادام کی گریوں کا ہار ہے، تم چلتے ہو تو آواز آتی ہے، چلتے ہو تو آواز آتی ہے۔

پیروں کی انگلیوں کے سرے تو نہیں جل گئے۔ ارے مر کر راکھ ہونے والے، مر کر راکھ ہونے والے۔

بار بار میرے ہاں آؤ۔ ارے پاگل منصور، پاگل منصور،
میرے آنگن سے مت گزرو، بینگن چرانے والے، بینگن چرانے والے
تیرے لئے کیا پکاؤں؟ انڈے کا سالن؟ انڈے کا سالن؟
نقاب تو الٹ دیتی، پر یہ دستور نہیں، دستور نہیں،

بھو کا شاعر ہمہ تن گوش ہو گیا تھا۔ بہت خوبصورت نغمہ ہے، ترل رل، ترل رل، جیسے کوئی چشمہ گنگنا رہا ہو۔ سنتے جاؤ! اس سے تو کچھ ایسی خوشبو آتی ہے جو تازہ کٹے ہوئے دیودار کی خوشبو سے بھی بڑھ کر ہے۔

میرا ذہن اچھا خاصا ریڈیو بن گیا تھا۔ ذرا سوئی گھمائی اور نغمہ بدل گیا۔ شاعر کی حالت کچھ اس شخص کی سی تھی جو محفل میں بیٹھا ہو۔ مگر پھر بھی اسے یہ احساس ہو کہ اس کے گرد تنہائی نے جال بن رکھا ہے۔ میں نے پھر سوئی گھمادی۔ ریڈیو بول رہا تھا یہ ویری ناگ ہے، ابھی آپ بلبل کا نغمہ سن رہے تھے۔ اب ایک کشمیری لوک گیت سنئے جس کے ٹیپ کے مصرعے کا مطلب ہے، کہہ دو پریوں سے دھان کے پودے باندھ لیں۔۔۔

۔۔۔ طنز نگار نے جھٹ سے سوئی پرے گھماتے ہوئے کہا؟ "ہندوستان غلام کا غلام ہے۔ تاریکی ہی تاریکی ہے، جہالت ہی جہالت، بھوک ہی بھوک، لہولہان دنیا کی لہولہان خبروں سے تمہاری طبیعت بہت پریشان رہتی ہے اور تم نے کہا تھا کہ جنگ سے پہلے دیش میں بھیانک قحط آنے والا ہے، ہندوستان کے سائل بھوتوں پریتوں

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کی طرح میرے کانوں میں چیخنے لگے۔ شاعر نے چیخ کر کہا، لاکھ جنگ جاری رہے، لاکھ تاریکی ہو، جہالت ہو، غلامی ہو، نغمہ ہی حقیقت ہے، رقص ہی حقیقت ہے، رنگ ہی نغمہ ہے، نغمہ ہی رنگ ہے۔ گھبراؤ مت! نغمہ ہی آزادی ہے، نغمہ ہی آشا ہے۔۔۔!!

میرا ریڈیو بول رہا تھا۔ یہ کلکتہ ہے، ابھی آپ نے دیپالی خاستگیر سے رابندر ناتھ ٹیگور کا گیت سنا۔ اب جے شری موجمدار سے ایک بنگالی لوک گیت سنئے۔

ارے بھائی ناؤ کے ماجھی! سنو میں بتاؤں میرے دکھ کی کتھا سنو۔

کتنے ہی آدمی اور مویشی مر گئے جیٹھ مہینے کے طوفان میں

ارے بھائی! جیٹھ مہینے کے طوفان میں

تال کے پیڑ پر سالک پنچھی انڈے سے رہا ہے

او بھائی انڈے سے رہا ہے

میری بہو باپ کے گھر گئی ہے۔ اس کی پھوپھی مر گئی۔

ارے بھائی ناؤ کے ماجھی سنو میں بتاؤں میرے دکھ کی کتھا سنو۔

شاعر اور طنز نگار خاموش تھے وسط ہند کے قدیم النسل گونڈوں کے ڈھول بجنے لگے اور ان کے کرما ناچ کا گیت گونج اٹھا۔

— میں نے تھالی بیچ دی لوٹا بیچ دیا اور گلے کا ہار بھی۔

اتنے پر بھی پورا قرضہ نہیں چکتا۔ جی گھبراتا ہے، پریتم!

اس منڈلا ضلع میں زندگی کٹھن ہو گئی، ہائے رے!

شاعر اور طنز نگار بدستور خاموش تھے۔ میں نے کہا "لوک گیتوں میں دیش کا صحیح حقیقی چہرہ نظر آتا ہے۔ یہ دیش کی اپنی آواز ہے۔ اپنی بیتی! ہر طرح کے تصنع سے بے نیاز۔"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

شاعر بولا: "نئے دور کے پیش نظر نئے گیت جنم لے رہے۔ یہ جنگ کا زمانہ ہے۔ پنجاب کے "گدھا ناچ" میں آج کل عورتیں ایک نیا گیت گانے لگی ہیں ــــ "آگے راہی راہ پچھے، ہن پچھے، لڑائی کتھے لگی؟" یعنی پہلے راہی راستہ پوچھتے تھے، اب وہ پوچھتے ہیں، جنگ کہاں چھڑ گئی؟"

طنز نگار نے شاعر کے اس بیان کی داد دی اور کہا کہ "تم ٹھیک کہتے ہو، تم نے وہ پنجابی گیت بھی تو سنا ہوگا۔ سرکاری ریل گاڑی پلوں کے اوپر سے گذر رہی ہے، ماؤں کے بیٹوں کو وہ بند کئے ہوئے لئے جا رہی ہے۔ یہ گیت بھی اسی جنگ کے زمانہ میں پیدا ہوا ہے۔ جب کہ روز ریل گاڑیوں میں ہزاروں نئے رنگروٹ اپنی اپنی چھاؤنیوں کو جاتے دکھائی دیتے ہیں۔ ماں آخر ماں ہے، اسے تو بیٹوں کی جدائی زہر کا گھونٹ معلوم ہوتی ہے۔ اس بیچارگی میں وہ اپنے پیر کا آسرا لیتی ہے اور اس سے دعا کی درخواست کرتی ہے کہ اس کے لاڈلے بیٹے صحیح سلامت لوٹ کر گھر آئیں۔"

میں نے کہا! "لیکن نئے گیت کٹھالی میں پگھلتے سونے کی طرح ہیں۔"

ویری ناگ کی وہ رات مجھے ہمیشہ یاد رہے گی، میرے سامنے ہندوستان کا نقشہ تھا ــــ کسی دیو قامت کسان کے ہاتھ کی طرح۔ قسمت کی اچھی بری لکیروں کی طرح اس پر ان گنت پگڈنڈیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ جو پگڈنڈی مجھے ویری ناگ تک لے آئی تھی، اب گہرے گہرے سایوں میں چمک رہی تھی۔ جیسے یہ کسی اترائی ہوئی لجائی ہوئی دلہن کی مانگ ہو۔

شاعر بولا: "تمہارے پاؤں الجھے ہوئے راستوں کو سلجھا سکتے ہیں۔"

طنز نگار کہہ اٹھا! "لیکن شاعر، خود تمہارے ذہنی راستے اب تک

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

الجھے ہوئے تھے۔"

میں نے کہا "مرے ہمدم! مرے دوست! مرے شاعر! مرے طنز نگار آپس میں یوں مت الجھو، لوک گیت زندہ باد۔ آؤ ہم مل کر نعرہ لگائیں۔

— "گائے جا ہندوستان!"

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com